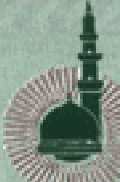

یاالٰہی! کر عطا کونین میں عزّ و وقار
مُرشدِ برحق وقارؔ باصفا کے واسطے

وقار الفتاویٰ

حصہ دوم

فقیہ العصر، وقار الملّت والدّین مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی محمد وقار الدین صاحب قادری رضوی
رحمۃ اللہ علیہ

بزمِ وقار الدین

پرائز بانڈ پر انعام لینا جائز ہے

سوال ﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے دِین اس مسئلے کے بارے میں کہ پرائز بانڈ رکھنا اور اس کے انعام جو حکومت کی طرف سے ہر ماہ دیئے جاتے ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز۔ نیز یہ انعامات جو مقررہ فیصد سود کی رقم جمع کر کے چند انعامی بانڈ رکھنے والوں کو دیئے جاتے ہیں وہ سود کی آمدنی گنی جاتی ہے یا اس کو جائز آمدنی تصوّر کیا جائے گا۔ مفصل جواب مع حوالہ آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد انور

A-4-16 لطیف مارکیٹ کراچی نمبر ۲

جواب ﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

۵۰ روپے، ۱۰۰ روپے، ۵۰۰ روپے، ۱۰۰۰ روپے کے پرائز بانڈ خریدنا اور ان پر انعام لینا جائز ہے۔ شریعت نے حرام مال کی صورتیں متعین کی ہیں، وہ یہ ہیں۔

۱۔ کسی کا مال چوری، غصب، ڈکیتی، رشوت وغیرہ سے کسی طرح پر لے لیا جائے۔

۲۔ جوئے میں مال حاصل کیا جائے۔

۳۔ سود میں لیا جائے۔

۴۔ بیع باطل میں قیمت لی جائے۔

پرائز بانڈ میں ان کی کوئی صورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ جوئے میں اپنا مال چلا جاتا ہے یا زائد مل جاتا ہے پرائز بانڈ میں یہ بات نہیں ہے اور سود کی تعریف یہ ہے۔ الزیادہ المشروطۃ فی العقد۔ یعنی قرض دیتے وَقت یہ شرط لگادی جائے کہ زیادہ لوٹا کردے گا اور یہ سود ہے۔ ربوٰ کی تعریف مبسوط میں یہ کی گئی ہے۔ الربو ھو الفضل الخالی عن العوض مال بلاعوض فی معاوضۃ مال بمال (صفحہ ۲۲۵) اور درمختار میں ہے۔ ھو لغۃ مطلق الزیادۃ وشرعا فضل خال عن وعض (صفحہ ۲۴۵ جلد چہارم) جب دیتے وَقت زیادہ دینا مشروط نہ کیا ہو اور لینے والا لوٹاتے وقت اپنی طرف سے کچھ زیادہ دے دے تو یہ سود نہیں ہے بلکہ زیادہ دینا مستحب ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال اقبلنا من مکۃ الی المدینۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعتل جملہ۔ وساق الحدیث بقصتہ۔ وفیہ ثم قال لی بعنی جملک ھٰذا۔ قال قلت لا بل ھو لک۔ قال لا بل بعنیہ قال قلت لا بل ھو لک یارسول اللہ۔

قال لابل بعتیہ۔ قال قلت بان لرجل علی اوقیۃ ذھب فھولک بھا۔ قال قد اخذتہ فتبلغ علیہ الی المدینۃ۔ قال فلما قدمت المدینۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبلال اعطہ اوقیۃ من ذھب وزدہ۔ قال فاعطانی اوقیۃ من ذھب وزادنی قیراطا۔ قال فقلت لا تفارقنی زیادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فکان فی کیس لی فاخذہ اھل الشام یوم الحرۃ (جلد دوم ۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ میرا اُونٹ بیمار ہو گیا حدیث میں اس کا قصہ بیان کیا اور اسی میں ہے۔ پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنا یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو۔ میں نے عرض کی نہیں بلکہ آپ کے لئے ہدیہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے فروخت کر دو۔ میں نے عرض کی ایک شخص کا مجھ پر اوقیہ سونا۔ تو یہ آپ کے لئے ہے اس سونے کے بدلے میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اس کو لے لیا۔ پس تم اس پر مدینہ منورہ پہنچو۔ انہوں نے فرمایا جب میں مدینہ منورہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا جابر کو ایک اوقیہ سونا دے دو اور ایک اوقیہ سے زیادہ دو۔ انہوں نے فرمایا مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور ایک قیراط زیادہ دیا پس میں نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ مجھ سے جدا نہ کرنا۔ جابر نے کہا وہ ایک قیراط سونا میری ہتھیلی میں تھا جسے اہل شام (یزیدیوں) نے حرہ کے دِن مجھ سے چھین لیا۔ امام نووی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اعطہ اوقیۃ من ذھب وزدہ کے بارے میں لکھا۔ فیہ جواز وکالۃ فی قضاء الدیون واداء الحقوق وفیہ استحباب الزیادۃ فی اداء الدین (مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹) اس میں جواز ہے قرضہ جات اور حقوق کی ادائیگی کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنانا اور مستحب ہے قرضوں کے ادا کرنے میں کچھ زیادہ دینا علامہ شامی نے ربوٰ کی بحث میں قرض میں زیادہ واپس کرنے کی صورت میں لکھا۔ ثم لا یخفی ان ھذا کلہ اذا لم تکن الزیادۃ مشروطۃ کما قدمناہ عن الذخیرۃ (جلد چارم صفحہ ۲۴۶) علامہ طحطاوی نے اسی جگہ پر لکھا ھذا اذا کانت المنفعۃ مشروطۃ فی العقد۔ فان لم تکن مشروطۃ فدفع اجود فلا باس (جلد سوم صفحہ ۱۰۵) یعنی پھر مخفی نہیں ہے۔ یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جبکہ زیادہ لوٹانا قرض میں شرط نہ کیا گیا ہو اور زیادہ اچھا واپس کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے ان عبارات سے معلوم ہوا کہ قرض دیتے وقت زِیادہ واپس کرنے کی شرط سے سود ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ بانڈ میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر ملنے والے انعام کو سُود کہنا غلَط ہے اور جوئے کے معنیٰ یہ ہیں کہ جوئے میں اپنا مال یا چلا جاتا ہے یا زائد مل جاتا ہے۔ جوئے کی تعریف تفسیر روح البیان جلد دوم صفحہ ۳۴ اور تفسیر روح المعانی جلد دوم صفحہ ۱۸ میں ابن سیرین سے رِوایت ہے کہ کل شیٔ فیہ خطر فھو من المیسر یعنی جس چیز میں مال چلے جانے کا خطرہ ہو وہ جوا ہے۔ کتاب التعریفات میں قمار کی تعریف یہ کی۔ کل لعب یشترط فیہ غالبا من المتغالبین شی من المغلوب۔ یعنی جوا ہر وہ کھیل ہے جس میں یہ شرط اکثر ہوتی ہے کہ دونوں غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں میں سے مغلوب سے غالب کو کچھ ملے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جوا۔ ایسے کھیل کو کہتے ہیں جس میں اپنا مال خطرہ میں ڈال کر

اس طرح بازی لگائی جاتی ہے کہ اپنا مال یا تو چلا جائے گا یا دوسرے سے کچھ لے کر آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ انعامی بانڈ میں جوا بھی نہیں ہے۔ اس لیے بانڈ والے کا کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔ جتنی قیمت کا ہوتا ہے اتنی قیمت کا باقی رہتا ہے اب صرف یہ بات باقی رہ گئی کہ قرعہ اندازی کر کے بانڈ خریدنے والوں میں انعام تقسیم کیا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے قرعہ اندازی غیر حقوق میں ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

وذالک جائز الایری ان ونس علیہ السلام فی مثل ھذا استعمل القرعۃ مع اصحاب السفینۃ۔ کما قال اللہ تعالٰی فساھم فکان من المدحضین وذالک لانہ علم انہ ھوالمقصود ولکن لوالقی نفسہ فی الماء۔ ربما نسب الی مالایلیق بالانبیاء۔ فاستعمل القرعۃ الذالک۔ وکذالک زکریا علیہ السلام استعمل القرعۃ مع الحبار فی ضم مریم الی نفسہ مع علمہ بکونہ احق بھا منہم۔ لکون خالتھا عندہ تطییباً لقلوبھم۔ کما قال اللہ تعالٰی اذیلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرع بین النساء اذا اراد السفر تطییباً لقلوبھن کلامھم (جلد ۸ صفحہ ۱۶)

یعنی اور یہ جائز ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ یونس علیہ السلام نے اس جیسی صورت میں کشتی والوں کے ساتھ قرعہ ڈالا جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا اور یہ اس لیے کہ انہوں نے جان لیا تھا کہ یہی مقصود ہے اگر وہ اپنے آپ کو از خود پانی میں ڈال دیتے تو بسا اوقات ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جاتیں تو انبیاء علیہم السلام کے لائق نہیں ہوتیں اس وجہ سے انہوں نے قرعہ اندازی کی اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے احبار کے ساتھ قرعہ ڈالا تھا۔ حضرت مریم کو اپنی کفالت میں لینے کے لیے باوجود اس بات کو جان لینے کے کہ وہ ان احبار سے حضرت مریم پر زیادہ حق رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ ان کے خالو ہیں۔ ان لوگوں کی دِل جوئی کے لیے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، یاد کرو اس وَقت کو کہ جب وہ قرعہ ڈال رہے تھے۔ اس بارے میں کہ ان میں کون مریم کی کفالت کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان دِل جوئی کی خاطر ان کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انعامی بانڈ میں زیادہ مشروط نہیں ہے۔ لہٰذا سود نہیں ہے اور اپنے پیسہ میں کمی نہیں ہوتی۔ لہٰذا جوا نہیں ہے اور لینے والا اپنی خوشی سے زیادہ دے دے وہ جائز ہے اور اس کے لیے قرعہ اندازی کرنا بھی جائز ہے تو ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے لہٰذا جائز ہے۔

محمد وقار الدین غفرلہ

۲۱-۲-۱۴۱۰ھ　　　۲۳-۹-۸۹ء

شیئرز کیا ہے؟

سوال ۞ شریعت اسلامی شیئرز کی خرید وفروخت اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کے بارے میں کیا کہتی ہے؟ شیئرز کیا ہے؟ کسی بھی کمپنی کی جانب سے عوام کو نفع ونقصان کی بنیاد پر سرمایہ کاری کے لیے مدعو کیا جاتا ہے جن لوگوں نے درخواستیں جمع کرائی ہیں شیئرز کی تعداد محدود ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ جن افراد کے نام قرعہ اندازی میں نکل آتے ہیں ان کے نام شیئرز سرٹیفکٹ کمپنی جاری کردیتی ہے یہ سرٹیفکٹ فوراً ہی اسٹاک ایکسچنج میں منافع کے ساتھ بک جاتے ہیں اوراس طرح چند دِن میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی آمدنی ہوجاتی ہے اور جن کے نام قرعہ اندازی میں نہیں نکلتے بنک ان کی رقم واپس کردیتا ہے گویا ہم قسمت اور اپنی رقم کی چند دِن کی سرمایہ کاری کی قیمت وصول کرتے ہیں جبکہ کمپنی ان پر منافع کا اعلان سال بھر بعد کرتی ہے۔ جواب سے الجھن دُور فرما کر ممنون فرمائیں۔

سائل مرزا منصور بیگ

مسلم ٹاؤن نارتھ کراچی

باسمہٖ تعالیٰ

جواب ۞ کسی کمپنی کے شیئرز خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کمپنی کے ایک حصّہ کو خرید لیا ہے اور آپ اس حصّہ کے مالک ہوگئے اور وہ کمپنی جو جائز یا ناجائز کام کرے گی اس میں بھی آپ حصّہ دار ہوگئے جتنی کمپنیاں قائم ہوتی ہیں وہ اپنے شیئرز کے اعلان کے ساتھ مکمل تفصیلات بھی شائع کردیتی ہیں یہ کمپنی کتنے سرمایہ سے قائم کی جائے گی اس میں غیر ملکی سرمایہ کتنا ہوگا اور ملکی سرمایہ کتنا ہوگا اور کمپنی قائم کرنے والے اپنا کتنا سرمایہ لگائیں گے اور کتنے سرمایہ کے شیئرز فروخت کیے جائیں گے لہٰذا شیئرز خریدنے والا اس سود کے لین دین میں شریک ہوجائے گا جس طرح سود لینا حرام ہے اس طرح سود دینا بھی حرام ہے تو وہ شیئرز خریدنا بھی حرام ہے اور شیئرز مارکیٹ میں عام طور پر سٹہ ہوتا ہے جو جوا ہے وہ بھی حرام ہے اور اس وَقت شیئرز کا جو کاروبار ہورہا ہے وہ محرمات کا مجموعہ ہے ان میں ایسی کمپنیوں کے شیئرز جو خریدے جاتے ہیں اور قبضہ کے بغیر فروخت کردیے جاتے ہیں حدیثوں میں صراحتاً بغیر قبضہ کیے کسی چیز کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے اور جو چیز موجود ہی نہیں ہے اس کی بیع باطل محض ہے۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء

ملکی و غیر ملکی سرمایہ سُود پر فراہم کیا جاتا ہے

شیئرز کی خرید وفروخت میں اگر سٹہ نہ ہو جب بھی یہ تو دیکھا جائے گا کہ یہ شیئرز کس کمپنی یا کس فیکٹری کا ہے اور شیئرز خریدنے کا مطلب یہی ہے کہ اس کمپنی یا فیکٹری کا حصّہ خرید رہے ہیں تو اگر وہ فیکٹری اور کمپنی جائز کام کرتی ہے تو اس کے شیئرز کی خرید اور فروخت جائز اور اگر ناجائز کام کرتی ہے تو اس کے شیئرز خریدنا اور بیچنا ناجائز۔ عام طور پر کمپنی اور فیکٹری بنک سے سود پر رقم لیتی ہیں تو یہ شیئرز خریدنے والا اس سود کے کاموں میں شریک ہو جائے گا انکم ٹیکس چوری کرتی ہیں رشوت دیتی ہیں یہ سب کام حرام ہیں، شیئرز خریدنے والا بھی ان میں شریک ہو جائے گا اور ان کے شیئرز کی خرید وفروخت اور ان کی دلالی بھی حرام ہو جائے گی۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء

بیمہ زندگی

سوال ﴾ بیمہ زندگی تین دفعہ ادائیگی معنیہ مدّت کے اندر کا منصوبہ جس میں کہ ادا کردہ شدہ رقم زیادہ واپس ہو جاتی ہے اس معاہدہ پر کہ حالت حادثہ پر بیمہ شدہ شخص کو حادثہ کی نوعیت کے مطابق مدد کی جائے گی اور یہ روپوں کی صورت میں معاوضہ دیا جائے گا اور بصورت نقصان زندگی بیمہ دھندہ کی ہدایت کردہ لواحقین کو رقم دی جائیگی تاکہ وہ اپنی گزر اوقات کرسکیں اصول امداد باہمی کے تحت مزید بیمہ شدہ شخص کو قرضہ کی سہولت دس فیصد سالانہ منافع کے ساتھ ادائیگی۔ جائیداد واملاک وغیرہ۔ میں ایک شخص اپنی جائیداد واملاک کو مختلف خطرات سے ہونے والے نقصانات سے بچنے یا بچانے کا بیمہ کرواتا ہے جس کے لئے وہ کمپنی کو کچھ معاوضہ دیتا ہے اور سال بھر کے لئے اپنی املاک و جائیداد کا بیمہ کرواتا ہے ایک سال گزرنے پر اس کو ادا کی ہوئی رقم نہیں ملتی ہاں نقصانات ہونے کی صورت میں اس کا ازالہ کیا جاتا ہے کیا ان سب کام کرنے والے ادارے اس کے ایجنٹ اور اس کے ملازم جائز طور پر پیسہ کماتے ہیں یا حرام طور پر۔

باسمہٖ تعالیٰ

جواب ﴾ ہر قسم کا بیمہ ناجائز ہے اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کسی کے مال کا نقصان کرے گا وہی ضامن ہوگا اور بقدرِ نقصان تاوان دے گا قرآنِ کریم میں ہے:

فن اعتدی علیکم فاعتدہ اعلیہ بمثل ما اعتدی علیکم

لہٰذا چوری، ڈکیتی، آگ لگنے، روپے وغیرہ کے بیمہ کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مال کی بربادی انشورنس کمپنی نے نہیں کی وہ تاوان کیوں دے گی، پھر زندگی کے بیمہ اور ہر قسم کے بیمہ میں جوا بھی شامل ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ زندگی کے بیمہ میں کتنی قسطیں ادا کرے گا اور موت آجائے گی تو وہ پوری رقم اس کے وارثوں کو مل جائے گی جتنے کا بیمہ تھا اور اگر زندہ رہ گیا تو دی ہوئی رقم مع سود کے واپس مل جائے گی غرض یہ کہ بیمہ محرمات کا مجموعہ ہے اب یہ کہا جارہا ہے کہ اس طرح ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے لوگوں سے جو روپیہ لیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کو دے دیا جاتا ہے جن کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو جتنا روپیہ وصول کریں وہ ان لوگوں کی اجازت سے جن سے لیا گیا ہے نقصان زدہ لوگوں کو کلی تقسیم کردیا جائے پھر یہ انشورنس کمپنیاں کروڑوں روپے سالانہ کہاں سے کماتی ہیں معلوم ہوا کہ یہ عذر مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لیے گھڑے گئے ہیں۔

۵ ستمبر ۱۹۸۹ء